© rasailojaraid.com

علوم حدیث میں اختصاص، اہمیت وضرورت

مولانا محمد یاسر عبداللہ

علوم حدیث......ایک بحر بیکراں:

تاریخ اسلام کے قرونِ اولیٰ میں علمائے حق نے دین کے بنیادی مآخذ کی حفاظت وصیانت کی خاطر جن نئے علوم وفنون کی داغ بیل ڈالی ہے، ان کا ایک معتد بہ حصہ مختلف جہات اور متنوع عنوانات سے معنون ہوکر ''علوم حدیث'' کی صورت زندہ وتابندہ ہے، عنوان کی سادگی کی بنا پر ظاہر بینوں کو پہاڑ، رائی کی مانند دکھنے لگتا ہے، لیکن حقیقت سے آشنا طبائع اس بحر بیکراں میں غوطہ زن ہوکر انگشت بدنداں رہ جاتی ہیں، علم کا جو شیدائی بھی اس سفر پر روانہ ہوا تو متاعِ حیات تسلیم کر کے بھی تشنہ لبی پر شکوہ کناں نظر آیا، ان علوم کی وسعت کے اجمالی تعارف کے لیے چھٹی صدی ہجری کے معروف محدث وفقیہ، امام ابوبکر زین الدین حازمی رحمہ اللہ (۵۴۸ھ۔۵۸۴ھ) کے اس فرمان پر نگاہ ڈالیے:

''علم الحديث يشتمل على أنواع كثيرة، تقرب من مائة نوع، ذكر منها طائفة ابوعبدالله الحافظ رحمة الله عليه في ''معرفة علوم الحديث''، وكل نوع منها علم مستقل لو أنفق الطالب فيه عمره لما أدرك نهايته، لكن المبتدی يحتاج أن يستطرف من كل نوع؛ لأنها أصول الحديث، ومتی جهل الطالب الأصول تعذر عليه طريق الوصول''۔(۱)

یعنی ''علم حدیث کی سو کے لگ بھگ انواع ہیں، حافظ ابوعبداللہ (حاکم) رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''معرفة علوم الحديث'' میں ان انواع میں سے معتد بہ تعداد ذکر کی ہے، اور ہر نوع مستقل علم کی حیثیت رکھتی ہے، (بعض انواع ایسی ہیں کہ) اگر طالب علم پوری حیات مستعار انہیں میں صرف کر ڈالے تب بھی انتہا کو نہ پا سکے گا، لیکن مبتدی کو چاہیے کہ ہر نوع سے معتد بہ استفادہ کرے؛ اس لیے کہ یہ حدیثی اصول ہیں، اور طالب علم اصول سے ہی نابلد ہو تو مقصود تک پہنچنا دشوار ہو جاتا ہے''۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کچھ احوالِ واقعی:

مرورِ زمانہ کے ساتھ اب یہ سمجھانا بھی دشوار ہو چلا ہے کہ ان علوم میں زندگیاں کھپانے کی ضرورت آخر کیا ہے؟ بہتیرے طلبائے علم، درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد یہ سوال پوچھتے نظر آتے ہیں کہ محدثین نے جب بازی جیت لی ہے تو پھر "تخصص فی علوم الحدیث" کی بھلا ضرورت ہی کیا ہے؟ اس صحرا نوردی سے ہمیں کیا فوائد حاصل ہو سکتے ہیں؟ یہ اختصاص ہمیں مستقبل میں کس جہت سے نمایاں مقام دلا سکتا ہے؟......

علم کے تنزل کے دور میں اس نوع کے سوالات تعجب خیز نہیں ہوا کرتے، ایسے وقت بدیہی امور نظری بن ہی جایا کرتے ہیں، کچھ قصور ان نادان دوستوں کا بھی ضرور ہے جو سفر سے واپسی پر راہ کی حسین وادیوں کی واقعی و حقیقی منظر کشی نہ کر سکے، یا طبعی کسل کی بنا پر خرگوش کی مانند آخری گھڑیوں کے انتظار میں فرصتِ زریں کھو بیٹھے اور اقبال کے الفاظ میں "چند کلیوں پر ہی قناعت کر آئے"، ایسے میں کسی نو خیز نے کارگذاری پوچھی تو چند نابیناؤں کی طرح قوتِ لامسہ کے ذریعے ہاتھی کی دم، پیر اور شکم، جسم چھو کر محسوس کیا، اسی کا دم بھرتے نظر آئے، اور علم کی متلاشی پیاسی طبیعتیں اس "جہت" کو تھوڑا خیال کر کے قدم بڑھا گئیں، یوں ذہانتوں کی بے توجہی سے میدانِ علم میں در آنے والا خلا وسیع ہوتا چلا گیا۔

منظر کی دُھندلاہٹ میں کچھ دخل رویوں کے افراط و تفریط کا بھی ہے، بعضے ان علوم کی عظمت تلے دب کر یوں مغلوب ہوئے کہ دیگر میادینِ علم سے مستغنی دکھائی دیئے، غلبہ حال میں یہ مسلمہ حقیقت نگاہ سے اوجھل ہوگئی کہ سبھی علوم اسلامیہ اپنا سرمایہ ہیں، باہم مربوط ہونے کی بنا پر ایک دوسرے کے محتاج ہیں، اور طبعی رجحانات کی تقسیم، تکوین کا کرشمہ ہے، جس سے ہر میدان کی رکھوالی مقصود ہے، ایک جماعت اس راہ سے خوابیدہ یا نیم چشیدہ ہی گذری اور جولوٹی تو اپنی "پھوٹی کوڑی" کو یواقیت و جواہر جان کر سلف کی جاں گسل جدوجہد پر "دو حرف" پڑھتے سنائی دی۔

"اپنوں" کی اس بے اعتنائی میں "غیروں" کی اڑائی "گرد" کا کردار بھی بھولنے جیسا نہیں، کچھ خالی ذہن تھے، سو جتنے جام تھمائے گئے، مخمور ہو کر انہیں کے گن گاتے نظر آئے، بعض عقلیت پسند تھے تو انہیں من بھاتی عقلی موشگافیاں "خوابیدہ ضمیر" کی آواز لگیں، بھول گئے کہ وارِدانِ خوانِ نبوت، علم و تقویٰ کے شناور ہونے کے ساتھ "روایت و درایت" اور "عقل و نقل" کے اسلحے سے بھی لیس تھے، وہ کھرا کھوٹا جانتے تھے اور انسانی وسعت کے دائرے میں اپنا فرض نبھا گئے ہیں، شکووں کی یہ داستاں طویل ہے اور درازگوئی کا یہ موقع نہیں، مدعا صرف یہ ہے کہ "علوم حدیث" کے اس میدان میں جانبازوں کی قلت کے کچھ داخلی و خارجی اسباب و عوامل بھی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختصاص کیوں ضروری ہے؟

علوم اسلامیہ کی دنیا وسیع وعریض ہے، دورقدیم میں طبائع باہمت، حوصلے بلند وبالا، صحتیں تنومند وتوانا اور حافظے مضبوط ہوا کرتے تھے، تو بیک وقت علوم عقلیہ ونقلیہ کی جامع شخصیات بھی موجود رہتی تھیں، عہد رفتہ کے ساتھ صلاحیتیں ضعف کا شکار ہوتی گئیں تو جامعیت کی شان بھی ندرت کا شکار ہوتی ہوگئی، یوں اختصاصی مہارتوں کی ضرورت بڑھتی چلی گئی، اختصاصی مہارتوں کی اہمیت بتلانے کو زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلے ان الہامی جملوں میں پنہاں اشارے قابل غور ہیں:

”عن أنس بن مالك قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: أرحم امتی بامتی ابوبکر، وأشدهم فی أمر اللّٰه عمر، وأصدقهم حیاءً عثمان بن عفان، وأعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل، وأفرضهم زیدبن ثابت، وأقرؤهم أبی بن كعب، ولكل أمة أمین، وأمین هذه الأمة ابوعبیدة بن الجراح“۔(۲)

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ راوی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت کے سب سے رحم دل انسان ابوبکر، حکم خداوندی کے معاملے سب سے سخت عمر، سب سے باحیا عثمان بن عفان، سب سے زیادہ حلال وحرام کے مسائل جاننے والے معاذ بن جبل، علم فرائض کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت، اور سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں، اور ہر امت کا ایک امین ہوا کرتا ہے، میری امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔“ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

محدثین اس حدیث کو عام طور پر ”مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم“ کے ذیل میں ذکر کرتے ہیں، اس لیے کہ اس میں یکجا کئی کبار صحابہ کے مقام ومرتبہ اور ان کے امتیازی اوصاف وخصوصیات کا بیان ہے، ”اشارۃ النص“ کے طور پر اس حدیث سے یہ استنباط کیا جاسکتا ہے کہ ”اختصاص“ کی بنیاد عہد نبوت میں ہی ڈال دی گئی تھی، چنانچہ مذکورہ روایت میں حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کے اختصاصی علوم کی جانب واضح اشارہ ملتا ہے۔ یوں بھی دور حاضر کو اختصاص (اسپیشلائزیشن specialization) کا عہد کہا جاتا ہے، بلکہ اب نوبت اس سے بڑھ کر ذیلی اختصاص (سب اسپیشلائزیشن sub specialization) تک جاپہنچی ہے، چنانچہ آج علاج کے سلسلے میں بھی جنرل ڈاکٹر کے بجائے متخصص (اسپیشلسٹ specializatist) سے ہی رجوع کیا جاتا ہے، اس بنا پر علوم دنیویہ کی مانند علوم اسلامیہ میں بھی فطری طور پر یہی رویہ عین فطرت کے مطابق ہے کہ ضروری علوم میں کلی وبنیادی معلومات کے حصول کے بعد کسی ایک علم وفن میں کمال حاصل کیا جائے، کیونکہ ہر ایک علم وفن میں دقت رسی دشوار ہی نہیں، کہا جاسکتا ہے کہ آج کے دور میں ناممکن ہے، فقہ ظاہری کے امام اور پانچویں صدی کے نامور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عالم، حافظ ابو محمد علی بن حزم اندلسی رحمہ اللہ (۳۸۴ھ۔۴۵۶ھ) اپنی کتاب "مراتب العلوم" میں اس پہلو پر بحث کرتے ہوئے کچھ یوں رقم طراز ہیں:

"من طلب الاحتواء على كل علم أوشك أن ينقطع وينحسر، ولا يحصل على شيئى۔ وكان كالمحضر الى غير غاية، اذ العمر يقصر عن ذلك۔ وليأخذ من كل علم بنصيب، ومقدار ذلك: معرفته بأعراض ذلك العلم فقط، ثم يأخذ ممابه ضرورة الى مالابدله من، كما وصفنا، ثم يعتمد العلم الذى يسبق فيه بطبعه وبقلبه وبحيلته، فيستكثر منه ماأمكنه، فربما كان ذلك منه فى علمين أو ثلاثة او أكثر، على قدر ذكاء فهمه، وقوة طبعه، وحضور خاطره، واكبابه على الطلب"۔(۳)

"جس کسی نے بھی ہر علم میں مہارت حاصل کرنے کا ارادہ کیا وہ ختم ہو کر رہ گیا اور کچھ حاصل نہ کر پایا، اس کی مثال اس تیز رفتار شخص کی مانند ہے جس کی کوئی منزل نہ ہو؛ اس لیے کہ متاع حیات بہت تھوڑی ہے، لہذا ہر علم میں سے کچھ حصہ حاصل کرنا چاہیے، یعنی اس کے بنیادی مقاصد کی معرفت کے بعد ضروری مباحث کو حاصل کرے، بعد ازاں جس علم کی جانب طبعی و قلبی میلان اور رجحان ہو اس میں حتی الامکان مزید محنت و کوشش سے کام لے، یوں فہم و ذکاوت، طبعی قوت، جمعیت خاطر اور یکسوئی کے بقدر کم وبیش دو تین علوم میں ہی مہارت حاصل کر سکے گا"۔

ذرا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو ہمارے سلف میں یہی رجحان پایا جاتا تھا جلیل القدر امام لغت ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ (۱۵۷ھ۔۲۲۴ھ) کا کہنا ہے:

"ماناظرنى رجل قط وكان مفننا فى العلوم الا غلبته، ولاناظرنى رجل ذوفن واحد من العلوم الا غلبنى فيه"۔(۴)

"جب بھی کسی متعدد علوم پر نگاہ رکھنے والے عالم سے مناظرے کی نوبت آئی تو میں غالب رہا، لیکن ایک فن کے ماہر کو ہمیشہ اس فن میں مجھ پر غلبہ حاصل رہا ہے"۔

چنانچہ متقدمین کے دور سے ہی حدیث کے سلسلے میں محدث کی اور فقہ و استنباط کے پہلو سے فقیہ کی رائے ہی معتبر قرار پاتی تھی، کوئی بعید نہیں کہ علوم اسلامیہ کی تدوین کے ابتدائی ادوار میں "فقہ" کی وسعت کے تین مختلف زاویوں (عقائد و کلام، فقہ اصطلاحی اور تزکیہ واحسان) میں سمٹنے کے پس پشت یہی فکر کارفرما رہی ہو، اس پہلو سے علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رحمہ اللہ (۹۰۹ھ۔۹۷۳ھ) کا یہ جملہ ان گنت پیچیدہ گھتیاں سلجھا سکتا ہے:

"من غلب عليه فن يرجع اليه فيه دون غيره". (۵)

"جس عالم پر کوئی ایک فن غالب ہو تو اسی فن سے متعلق ان سے رجوع کیا جائے گا، دیگر علوم میں ان سے رہنمائی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں لی جائے گی"۔

برصغیر کے نامور محقق عالم مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (۱۲۶۴ھ۔۱۳۰۴ھ) رقم طراز ہیں:

"ان اللّٰہ تعالی جعل لکل مقام مقالا ولکل فن رجالا، وخص طائفة من مخلوقاته بنوع فضيلة لاتجد فی غيره، فمن المحدثين من ليس لهم حظ الا رواية الأحاديث ونقلها من دون التفقه والوصول الی سرها، ومن الفقهاء من ليس لهم حظ الا ضبط للمسائل الفقهية من دون المهارة فی الروايات الحديثية، فالواجب أن ننزل كلا منهم فی منازلهم، ونقف عندمراتبهم"۔(۶)

"اللہ تعالیٰ نے ہر موقع کے مناسب کلام اور ہر فن کے لائق مردان کار پیدا کیے ہیں، اپنی مخلوقات میں سے بعض کو خاص نوع کی فضیلت بخشی ہے، جو باقی مخلوق میں نہیں، بعض محدثین کو محض احادیث کی روایت نقل کا مشغلہ نصیب ہوا ہے، حدیث کی فقہ اور اسرار تک ان کی رسائی نہیں، یونہی فقہا کی ایک جماعت مسائل فقہیہ کے ضبط میں مصروف رہی ہے، انہیں حدیثی روایات میں مہارت حاصل نہ تھی، لہذا ہر ایک طبقہ کو اس کا جائز مقام دینا اور ان کے مراتب کی حدود پر قائم رہنا ضروری ہے"۔

جب ہر فن میں صاحب فن کا قول ہی معتبر ٹھہرا تو ہر دور میں ہر فن کے متخصصین کا وجود بھی ناگزیر قرار پاتا ہے، پھر جبکہ علوم آلیہ بلکہ علوم عقلیہ محضہ کے شناور ان پر زندگیاں نچھاور کر رہے ہوں تو علوم عالیہ اور خصوصا علوم حدیث پر جان کاری کی اہمیت مخفی نہ رہنی چاہیے، بلاشبہ کسی بھی علم وفن کی اہمیت سے انکار نہیں، لیکن "أعط كل ذی حق حقه" (۷) (ہر حق دار کو اس کا جائز حق دو) کے مخاطبین سے واجب حق کی ادائیگی کا سوال بھی اہل عقل کے ہاں یقیناً غیر دانشمندانہ شمار نہ ہوگا، تعلیم کے انتہائی مرحلے میں طبعی رجحانات ومیلانات کو پیش نظر رکھ کر صلاحیتوں کی تقسیم کے لمحات میں ہر میدان کی علمی ضروریات کو دیکھتے ہوئے منصفانہ تقسیم کا مطالبہ عین فطرت ہے اور یہی ان گذارشات کا مقصود ہے۔

"تخصصات" کے سلسلے میں ایک عمومی اشکال سننے میں آتا ہے کہ قدما میں تو یہ طریقہ رائج نہیں رہا، آخر اس کی کیا ضرورت ہے؟ عرض یہ ہے کہ بلاشبہ قدما کے ہاں مروجہ طرز پر "تخصصات" کا رواج نہ تھا، لیکن امت مسلمہ کی علمی وتعلیمی تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں بھی رسمی طالب علمی سے فراغت کے بعد طلبا کو جس فن سے قلبی وابستگی ہوتی تو اس فن کے ماہر کے ہاں جاکر مزید رسوخ حاصل کیا کرتے تھے، عصر حاضر میں چونکہ انفرادی تعلیم کا یہ سلسلہ دشوار ہو چلا ہے، اس بنا پر مدارس وجامعات میں انتظامی طور پر اصحاب فن کی نگرانی میں شعبے کھول کر طلبائے علم کو استفادے کی دعوت دی جاتی ہے، گویا زمانے کے چلن کی بنا پر اسلوب ومنہج کا فرق ہے، جبکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقت وہی ہے جو قدماسے چلی آرہی ہے۔

علوم حدیث میں اختصاص کی ضرورت:

مندرجہ بالا تفصیل سے اجمالی طور پر دیگر علوم کی طرح علوم حدیث میں اختصاص کی اہمیت وضرورت بھی واضح ہوگئی، اس سلسلے میں چند مزید گذارشات نکات کی صورت پیش کی جاتی ہیں:

۱.....قرآن کریم کے بعد دین کا دوسرا بنیادی ماخذ ''حدیث وسنت'' ہے، اس لیے حفظ مراتب کے پہلو سے بھی قرآن وعلوم قرآن کے بعد علوم حدیث زیادہ توجہات کے مستحق ہیں، شاید اسی بنا پر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (۱۲۹۲ھ۔۱۳۵۲ھ) کے فرزند نسبتی اور ان کے افادات پر مشتمل ''انوار الباری شرح صحیح بخاری'' کے مرتب مولانا احمد رضا بجنوری رحمہ اللہ کا تجزیہ ہے: ''میرے نزدیک علوم اسلامیہ میں سب سے زیادہ اہم اور مشکل، حدیث ہی کا تخصص ہے''۔(۸)

درس نظامی کے مختلف درجات میں کتب صحاح سمیت دیگر کتب حدیث اور اصول حدیث کی کتب شامل نصاب ہیں، جن سے علوم حدیث سے بنیادی شناسائی تو ضرور پیدا ہوجاتی ہے، لیکن دیگر علوم کی طرح اختصاصی مہارت تک رسائی حاصل نہیں ہوتی، لہذا جیسے ''تخصص فی التفسیر واصولہ''، ''تخصص فی الفقہ والافتاء''، ''تخصص فی الادب العربی''، ''تخصص فی الدعوۃ والارشاد'' اور ''تخصص فی العلوم العقلیۃ'' کی ضرورت بجا طور پر محسوس کی جاتی ہے، وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ ذہین فضلا کی ایک جماعت ''تخصص فی علوم الحدیث'' کی جانب متوجہ ہو، اور اس جہاں میں زندگی کھپا کر امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ کی ادائیگی کا ذریعہ ثابت ہو، اس نکتے کو پیش نظر رکھتے ہوئے گردوپیش پر نگاہ ڈالی جائے تو افراد کی جتنی تعداد دیگر میدانوں میں نظر آتی ہے، علوم حدیث میں اختصاصی مہارتوں کی جانب ویسی توجہات نہیں۔

۲.....عصر حاضر میں علوم حدیث کے بہت سے پہلو بے اعتنائی کا شکار ہیں، مثلا: رجال احادیث، جرح وتعدیل، ضبط اسمائے رواۃ، غریب الحدیث، اسباب ورود احادیث، ناسخ ومنسوخ، اور احادیث الاحکام وغیرہ، پہلے گذر چکا کہ علوم حدیث ایک وسیع میدان ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ان علوم کی چورانوے (۹۴) انواع ذکر کی ہیں، ان میں سے ہر نوع پر مستقل کتب کی تالیف سے اسلامی کتب خانے میں ایک بہت بڑا ذخیرہ وجود میں آیا ہے، اور روز بروز اس میں مختلف جہات سے ترتیب وتدوین، تلخیص واختصار اور مختلف مباحث کے حوالے سے اٹھنے والے نئے اشکالات وسوالات کا جواب دینے کے لیے لکھا جانے والا لٹریچر بڑھ رہا ہے، جن کے تعارف، مناہج کی پہچان اور استفادہ کے طریقہ کار کی معرفت کارے دارد، ''علوم حدیث میں اختصاص'' کا ایک اہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقصد اس قیمتی ذخیرے کا تعارف اور ہر علم وفن میں لکھی گئی کتب کے مناہج کی معرفت بھی ہے، تا کہ اس قیمتی ذخیرے سے واقفیت حاصل کرنے کے نئے مباحث میں امت مسلمہ کی رہنمائی کی جا سکے۔

۳...... ہر دور کی طرح دور حاضر میں بھی عوام اور خواص کے مختلف حلقوں میں شدید ضعیف اور موضوع احادیث کا چلن ہے، موضوعات کے اس شیوع میں کھرے کھوٹے کی تمیز کر کے عوام وخواص میں اس کا شعور بیدار کرنے کرنا بھی ایک اہم عمل ہے، نیز فتن ودیگر موضوعات کی بے شمار روایات کا صحیح فہم نہ ہونے کی بنا پر غلط فہمیوں کا ایک طوفان بر پا ہے، محتمل روایات کے مصداقات کی تعیین کے ذریعے بھی فتنہ وفساد کی راہیں وا کی جارہی ہیں، اس صورت حال کی بنا پر عوام میں جو بے چینی اور ہیجان کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے، اصحاب فہم ودانش اس کا ادراک بھی کر رہے ہیں، لیکن اس پہلو سے علمی کام کر کے ''تشکیک'' کی اس فضا کو ختم کرنے والے مردان جفا کار کو اکھیاں تک رہی ہیں اور انتظار کی یہ طویل شب عرصے سے صبح کی نوید مسرت سننے کو بے تاب ہے۔

۴......اصول حدیث کی متداول کتب، محدثین اور خصوصاً فقہ شافعی کی نمائندہ شمار کی جاتی ہیں، جن کے بہت سے مباحث میں فقہائے حنفیہ کی آرا محدثین سے مختلف ہیں، اور درس نظامی کا عام فاضل محض حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ) کی ''نزهة النظر شرح نخبة الفكر'' یا علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (۸۴۹ھ۔۹۱۱ھ) کی ''تدريب الراوي في تقريب النواوي'' پڑھ کر حدیثی مباحث میں محدثین وشافعیہ کی آرا کو پیش نظر رکھتے ہوئے بہت سی الجھنوں کا شکار رہتا ہے، امر واقعہ یہ ہے کہ فقہائے احناف کی اصولی آرا ہماری اصول فقہ کی ''كتب السنة'' کے ضمن میں زیر بحث آتی ہیں، وہاں اس جانب توجہات مبذول نہیں رہتیں، نیز احناف کے ہاں اس پہلو سے مستقل کام بھی کم ہے، ان اسباب کی بنا پر نصابی تعلیم کے دوران اصول حدیث کے پہلو سے خلا باقی رہ جاتا ہے، جبکہ اختصاصی شعبوں میں اس کمی کی تلافی کی کوشش کی جاتی ہے، علوم حدیث کے نامور عالم ومحقق مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) کا درج ذیل بیان پڑھیے:

''حنفی عالم کو محدثین کی مصطلح کے علاوہ اصول فقہ کی کتابوں میں جو سنت کی بحث ہے، اس کو خاص طور پر پیش نظر رکھنا چاہیے، خصوصاً جصاص کی اصول فقہ، سرخسی اور بزدوی رحمہم اللہ کی کتابوں میں جو سنت کی بحث ہے، وہ پیش نظر رہے کہ ہمارے ہاں نقد حدیث کے وہی اصول ہیں جو ان کتابوں میں مذکور ہیں، وہ نہیں جو ابن صلاح اور بعد کے لوگوں نے بنائے ہیں، اس سلسلے میں ''کشف بزدوی'' اور ''اصول سرخسی'' کا مطالعہ بہت ضروری ہے''۔(۹)

۵......''تخصص فی علوم الحدیث'' کے ان شعبوں کا ایک بنیادی مقصد علم حدیث کی تدریسی استعداد کے ساتھ تالیفی صلاحیت پیدا کرنا بھی ہے، اصحاب نظر جانتے ہیں کہ مسلمانوں کا موجود مطبوعہ کتب سے کئی گنا بڑا ذخیرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مخطوطات کی صورت میں مسلم وغیر مسلم دنیا کے مختلف سرکاری، اداراتی اور نجی کتب خانوں میں پردہ اخفا کی نذر ہے، ایسے میں پختہ وذی استعداد مدرسین کے ساتھ تحقیق مخطوطات کے ماہر اور عمدہ تالیفی صلاحیتوں کے حامل فضلا بھی علمی میدان کی ضرورت ہیں، مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ نے ایک موقع پر لکھا تھا "تخصص کی دو شکلیں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ طالب علم درس کے سلسلے میں استعداد پیدا کر سکے، اور وہ "التخصص فی درس الحدیث" کا اہل ہو۔

(۲) دوسرے یہ کہ لوگوں میں تصنیف وتالیف کی اہلیت ہو، ان کے تخصص کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی خاص موضوع پر کسی کتاب کی تالیف کر سکیں، یا حدیث کے کسی مخطوطے کی تصحیح کر سکیں، اس پر تعلیقات وحواشی لکھ سکیں"۔(۱۰)

۶...... سابقہ نکات کے ضمن میں یہ پہلو بھی اہم ہے کہ حدیث کی حجیت اور شرح وبیان کے حوالے سے مختلف طبقات کے اشکالات وجوابات کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے، منکرین حدیث بھی اپنی مردہ اسکیم میں جان ڈالنے کی خاطر نت نئے مباحث چھیڑ کر سادہ لوح مسلمانوں میں تشکیکی جراثیم پیدا کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، اس پر مستزاد بعض مسلم دانشور بھی اپنی کم فہمی کی بنا پر شبہات میں مبتلا ہو کر دانستہ ونادانستہ طور پر عوام میں ان کی اشاعت کی سرگرمیوں میں مصروف عمل ہیں، اس صورت حال نے آج پرانی بحثوں کو دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔ اس وقت عرب وعجم میں متنوع حدیثی موضوعات پر کتب ومقالات لکھے جا رہے ہیں، سیمینارز اور کانفرنسیں ہو رہی ہیں، برصغیر میں بھی اس پہلو پر کام کیا جا رہا ہے، لیکن جدید چیلنجز کی بنا پر بہت سے تشنہ پہلوؤں پر قدیم ذخیرے کی روشنی میں عوام اور عصری تعلیم یافتہ طبقوں کی ذہنی سطح کو سامنے رکھتے ہوئے علمی وتحقیقی لٹریچر کی ضرورت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔

جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی تخصص فی الحدیث کے سلسلے میں خدمات:

یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ برصغیر میں علوم حدیث میں اختصاص کے لیے مستقل شعبہ کی بنیاد ڈالنے میں پہل کا اعزاز جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کو حاصل ہے، محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ (۱۳۹۷ھ) نے ۱۳۸۳ھ بمطابق ۱۹۶۳ء میں اس شعبے کی بنیاد ڈالی، اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے شاگرد رشید مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ (۱۴۰۹ھ) کو نگران مقرر فرمایا، بعد ازاں مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ اور ان کے بعد استاذ محترم مولانا محمد عبدالحلیم چشتی مدظلہ (فاضل دارالعلوم دیوبند) تا حال شرف کے منصب پر فائز ہیں۔

اس شعبے کے پچاس سالوں میں دسیوں تحقیقی مقالات لکھے گئے، جن کی ایک فہرست مولانا علی احمد ومولانا صہیب ضیاء (متخصصین فی علوم الحدیث جامعہ) کی محنت وکوشش سے سہ ماہی "تحقیقات حدیث" (۱۱) میں چھپ چکی ہے، جس میں ۸۸ مقالات کا ذکر ہے، ان کے علاوہ بھی بہت سے مقالات کی فہرست جامعہ کے ریکارڈ میں موجود ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت بنوری رحمہ اللہ کی خواہش تھی کہ یہاں تحقیقی مقالات لکھے جائیں اور طبع ہوکر علمی ذخیرے میں موجود خلا کو پر کریں، چنانچہ جامعہ کے اس شعبے میں لکھے جانے والے بہت سے مقالات ملک و بیرون ملک کے مختلف اشاعتی اداروں سے طبع ہوکر عام ہو چکے ہیں، جن میں سے چند معروف مقالات کا تعارف درج ذیل ہے:

۱۔"السنة ومكانتها في ضوء القرآن الكريم "از مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ (۱۹۹۷ء): یہ مقالہ حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ کی نگرانی میں لکھا گیا ہے۔ اس دور میں انکار حدیث کے فتنے نے سر اٹھایا، جس میں قرآن کریم کی آڑ میں ذخیرہ حدیث کو بے وقعت بنانے کے مذموم مقاصد کارفرما تھے، اس لیے اس مقالے میں قرآن کریم کی روشنی میں سنت نبویہ کی حیثیت و مرتبہ متعین کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، اصل عربی مقالہ "مکتبہ بنوریہ" سے اور اردو ترجمہ ۱۴۰۰ھ میں جامعہ کے اشاعتی شعبے "مجلس دعوت و تحقیق اسلامی" سے طبع ہو چکا ہے۔

۲۔"مسانيد الامام ابي حنيفة وعدد مروياته من المرفوعات و الآثار "از مولانا محمد امین اورکزئی شہید رحمہ اللہ (۲۰۰۹ء): یہ مقالہ بھی حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ کے اشراف میں لکھا گیا ہے، اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا حدیثی مقام، ان کی بیس سے زائد "مسانید" کا تعارف و تجزیہ اور ان میں جمع شدہ روایات کی تعداد بیان کی گئی ہے، ۱۳۹۸ھ میں "مجلس دعوت و تحقیق اسلامی" سے اور بارِ دِگر مولانا شہید کے ادارے "جامعہ یوسفیہ شاہو وام ہنگو" سے اشاعت پذیر ہو چکا ہے۔

۳۔الكتب المدونة في الحديث و أصنافها و خصائصها "از مولانا محمد زمان کلاچوی: مقالے کا موضوع عنوان سے ظاہر ہے، حضرت بنوری رحمہ اللہ کی خواہش تھی کہ کتب حدیث کے تفصیلی تعارف پر مشتمل کتاب ترتیب دی جائے، یہ مقالہ اسی خواہش کی ایک تکمیلی کوشش ہے، "المصنفات في الحديث " سے اردو ترجمہ نوشہرہ کی "القاسم اکیڈمی" نے نہایت اہتمام سے شائع کیا ہے۔

۴۔ الكلام المفيد في تحرير الاسانيد "از مولانا روح الامین بنگلہ دیشی: مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ کی زیرنگرانی لکھے گئے اس مقالے میں بنیادی طور پر مولانا نعمانی کی اور اس ضمن میں اکابر علمائے دیوبند کی اسانید کو یکجا کرنے کی سعی کی گئی ہے، علمائے دیوبند کے "اثبات" میں اس کتاب کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ پہلے پہل ۱۴۲۵ھ میں "مکتبہ حجاز دیوبند" سے اور دوسری بار کچھ عرصہ قبل "زمزم پبلشرز" کراچی سے طبع ہو چکا ہے۔

۵۔ "أحاديث تلاميذ الامام وأحاديث العلماء الأحناف في صحيح البخاري "از مولانا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مفیض الرحمٰن چاٹگامی: فقہائے احناف پر حدیث سے دوری کا ایک بے بنیاد اتہام باندھا جاتا ہے، استاذ محترم مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی مدظلہ کے اشراف میں لکھے گئے اس مقالے میں ذخیرہ حدیث کی معتبر ترین کتاب ''صحیح بخاری'' میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تلامذہ اور دیگر حنفی فقہا کی سند سے مذکور روایات کو جمع کیا گیا ہے، ''الوردة الحاضرة'' کے نام سے ''زمزم پبلشرز'' سے شائع ہو چکا ہے۔

۶۔ ''ثنائیات الامام الأعظم ابي حنيفة '' از مولانا عبدالعزیز یحیی سعدی: امام بخاری رحمہ اللہ کی ''صحیح'' میں بائیس ''ثلاثیات'' (جن روایات میں امام بخاری رحمہ اللہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان محض تین واسطے ہیں) ہیں، اور محدثین کے ہاں ایسی روایات کی زیادہ اہمیت ہوتی ہے، جن کی سند میں واسطے کم ہوں، استاذ محترم مولانا چشتی مدظلہ کی نگرانی میں تحریر کیے گئے پیش نظر مقالے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی (۲۱۹) ''ثنائیات'' (جن روایات میں امام عالی مقام اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں محض دو واسطے ہیں) جمع کی گئی ہیں، پہلی بار کراچی سے اور بعدازاں ۱۴۲۶ھ میں ''الامام ابو حنيفة و ثنائياته '' کے نام سے بیروت کے معروف اشاعتی ادارے '' دار الكتب العلمية'' سے عالم عرب کے محقق عالم ڈاکٹر نورالدین عتر حفظہ اللہ کی گراں قدر تقریظ کے ساتھ طبع ہو کر عام دستیاب ہے۔

۷۔ '' الجمع بين الآثار'' از مولانا ایوب رشیدی: یہ مقالہ بھی استاذ محترم مولانا چشتی مدظلہ کے دور اشراف میں لکھا گیا ہے، اس میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کی ''كتاب الآثار'' کی روایات کو جمع کر کے ان کے رجال پر کلام کیا گیا ہے، ابتدا میں استاذ محترم کے قلم سے لکھا گیا مقدمہ ایک تحقیقی مقالے کی شکل اختیار کر گیا ہے، اس مقدمے کے اردو ترجمے کا ایک حصہ سیرت طیبہ کے متعلق مولانا ڈاکٹر عزیز الرحمٰن کی ادارت میں شائع ہونے ششماہی ''السیرة'' (۱۲) میں قسط وار چھپ چکا ہے، امید ہے کہ ان شاء اللہ جلد ہی مستقل کتابی صورت میں طبع ہوگا، جبکہ اصل عربی مقالہ حال ہی میں ''لمحات من التربية الفقهية في خير القرون'' کے نام سے اردن کے اشاعتی ادارے ''دار الفتح '' سے چھپا ہے، مولانا رشیدی کا مقالہ ۱۴۲۶ھ میں ''زمزم پبلشرز'' سے چھپ کر عام ہو چکا ہے۔

۸۔ ''الفقه في السند ''از مولانا اللہ بخش ایاز ملکانوی: وادی مہران میں فقہ اسلامی کے نمو وارتقا اور یہاں کے اہل علم کی فقہی خدمات کے جائزہ، تعارف وتبصرہ کے حوالے سے لکھے گئے اس مقالے کا اردو ترجمہ ''القاسم اکیڈمی'' نوشہرہ سے شائع ہوا ہے۔

۹۔ ''دراسات في أصول الحديث على منهج الحنفية '' از مولانا عبدالمجید ترکمانی: احناف کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصول حدیث پر اپنی نوعیت کا یہ منفرد کام استاذ محترم مولانا محمد عبدالحلیم چشتی مدظلہ کی نگرانی میں انجام پایا تھا، مزید اضافات اور فنی ترتیب وتدوین کے بعد ابتدا میں "مکتبة السعادة" کراچی سے اور پھر بیروت کے معروف اشاعتی ادارے "دار ابن کثیر" سے یکے بعد دیگرے دو بار طبع ہو چکا ہے، حال ہی میں مزید اضافات کے ساتھ "مکتبة الکوثر" سے اس کتاب کا چوتھا ایڈیشن شائع ہوا ہے، کتاب کے طبع ہونے اور علمی حلقوں میں عام ہونے کے بعد عرب وعجم کے کبار اہل علم نے نوجوان مقالہ نگار کی اس کاوش کو بنظر تحسین دیکھا اور مئولف کو بلند پایہ تعریفی کلمات سے نوازا ہے، مقام شکر ہے کہ احناف کے اصول حدیث کے حوالے سے اسے اب مرجعیت کا مقام مل چکا ہے، چنانچہ موضوع سے متعلق بیشتر علمی وتحقیقی مقالات میں اس کے حوالے دیئے گئے ہیں، بلاشبہ یہ جامعہ کے "شعبہ تخصص فی علوم الحدیث" میں ہونے والے تحقیقی کام کی ایک عمدہ مثال ہے۔

جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے اس شعبے نے علوم حدیث کے میدان میں پیش رفت کے سلسلے میں نمایاں کردار کیا، معاشرے کو ماہرین علوم حدیث کی ایک کھیپ فراہم کی، ملک وبیرون ملک کے کئی جامعات کے شعبہائے تخصص فی علوم الحدیث میں مصروف عمل بہتیرے اہل علم جامعہ کے اس شعبے سے ہی فیضیاب ہو کر مرجعیت کے مقام پر پہنچے، والحمد لله علی ذلك۔

ایک گذارش علوم حدیث کے متخصصین سے:

اس مقام کی مناسبت سے "متخصصین فی علوم الحدیث" سے خصوصاً اور دیگر اہل اختصاص کی خدمت میں عموماً ایک برادرانہ وخیر خواہانہ گذارش پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ کسی بھی علم وفن کے ساتھ مناسبت کے بقا کے لیے اس کا دائمی ومربوط مطالعہ ضروری ہوتا ہے، اختصاصی مہارت حاصل کر لینے کے باوجود ربط وتسلسل نہ رہنے کی بنا پر برسوں کی محنت (اکارت کہنا تو مناسب نہ ہوگا کہ فی الجملہ افادیت سے انکار بھی نہیں، کہا جا سکتا ہے کہ اختصاصی صلاحیت) ہوا ہو جاتی ہے، اس رویے سے بعض اوقات جزئیات تو درکنار، فن کے بنیادی اصول وکلیات بھی ذہن سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور عمومی مشاہدے کی رو سے بھی یہ عین فطری معاملہ ہے، امام فن جرح وتعدیل و محدث جلیل القدر امام عبدالرحمٰن مہدی رحمہ اللہ (۱۹۸ھ) کا مقولہ ہے:

"انما مثل صاحب الحديث بمنزلة السمسار، اذا غاب عن السوق خمسة أيام تغير بصره"۔ (۱۳)

"حدیث کا طالب علم دلال (ہمارے عرف میں بجائے اس کے "منی چینجر" کہہ لیجیے) کی مانند ہوتا ہے، چند روز بھی مارکیٹ سے دور رہے تو فنی بصیرت (اور پیشہ ورانہ مہارت) میں فرق آ جاتا ہے"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چند روز کی غیوبت سے اتنا تغیر آجاتا ہے تو فنی مطالعہ کے بالکلیہ ترک کی صورت میں اختصاصی استعداد کیا حشر ہوگا؟! ایسے میں مسلسل مطالعہ وتحقیق کے عمل سے جڑے بنا خود کو متخصص باور کراتے رہنا خام خیالی ہی کہی جاسکتی ہے، یوں ہم عوام کو تو مطمئن کر سکتے ہیں لیکن ضمیر کی عدالت میں جواب دہی سے عاجز رہیں گے، امام احمد بن حنبل شیبانی رحمہ اللہ (۲۴۱ھ) سے ایک موقع پر دریافت کیا گیا: حدیث کی طلب کب تک جاری رکھنی چاہیئے؟ فرمایا: ''موت تک''۔ (۱۴) گویا حقیقی متخصص وہی ہے جو تحقیق ومطالعہ کے سفر میں کسی مقام پر قناعت کے بجائے فن کے ساتھ دائمی ربط قائم رکھے۔

مآخذ ومراجع:

(۱)..... عجالة المبتدي وفضالة المنتهي في النسب، ص: ۳، المطبعة الأميرية بالقاهرة امام ابن صلاح رحمہ اللہ نے ''مقدمہ'' میں پینسٹھ (٦٥) انواع ذکر کی ہیں، جبکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے دیگر کتب سے جمع کر کے اپنے اضافات کے ساتھ ''تدریب الراوي'' میں چورانوے (۹۴) انواع ذکر کی ہیں۔ (۲)......سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب مناقب معاذ بن جبل، ۲ : ٦٩٩، رحمانيه۔ (۳)......مراتب العلوم لابن حزم ضمن مجموع رسالاته، ٤: ٧٧، ٧٨۔ (۴)......جامع بيان العلم وفضله لابن عبدالبر، باب اثبات المناظرة والمجادلة واقامة الحجة، ص: ٣٣٥، رقم: ٩٤٣، دارابن حزم ١٤٢٧هـ۔ ٢٠٠٦ء۔ (۵)...... الفتاوى الحديثية، ص: ٣٢٨، قديمى كتب خانه كراتشى۔ (٦)......التعليقات الحافلة على الأجوبة الفاضلة، ص: ٣١، مكتب المطبوعات الاسلامية حلب سوريا، ١٤٣٦هـ۔ ٢٠٠٥ء. (۷)......صحيح البخارى، كتاب الصوم، باب من أقسم على اخيه ليفطر فى التطوع، ١: ٢٦٤، قديمى۔ (۸)...... تخصص حدیث شریف، تعارف، اصول وضوابط، ص: ۲۷، جامعہ مظاہر علوم سہارن پور، انڈیا۔ (۹)......ایضا، ص: ۲۵۔ (۱۰)......ایضا، ص: ۲۳۔ (۱۱)......تحقیقات حدیث، شمارہ: ۲، بابت محرم الحرام ۱۴۳۱ھ بمطابق جنوری ۲۰۱۰ء۔ (۱۲)......ششماہی السیرۃ شمارہ ٦ و ۷ رمضان ۱۴۲۲ھ اور ربیع الاول ۱۴۲۳ھ۔

(۱۳)......الجامع لاخلاق الراوي وآداب السامع للخطيب، باب دوام المراعاة للحديث والمذاكرة به واتقاء الفتور عنه، ص: ٤١٣، رقم: ١٩٠٩، دار الكتب العلمية بيروت لبنان ١٤١٧هـ۔ ١٩٩٦ء۔

(۱۴)......شرف أصحاب الحديث للخطيب، ٢: ١٢٨، رقم: ١٣٥، مكتبة ابن تيمية القاهرة۔

© rasailojaraid.com